صلی اللہ علیہ وسلم

پیکر رحمت

رشحات فکر جناب سید بشیر محمد صاحب ترمذی ڈپٹی ڈائریکٹر محکمہ تعلیم پنجاب (ریٹائرڈ)

نوٹ قبل ازیں اس نظم کی تمہید اور اس سے متعلق "تفہیمات" رسالہ میں درج ہو چکی ہیں۔ اب پوری نظم ہدیۂ ناظرین کی جاتی ہے، اُمید ہے کہ عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس نظم کو طوطیائے چشم بنائیں گے۔ (مدیر)

(۱)

یا محمدؐ مصطفیٰ[۱]! مجھ سے ہو کیا تیری ثنا
جب ثنا خواں ہے ترا خود خالقِ ارض و سما

تو ہے محبوبِ خدا، ختم الرسل، خیر الورا
فخرِ موجوداتِ کُل از ابتدا تا انتہا

پیکرِ حسنِ ازل، تنویرِ حق، تصویرِ نور
مظہرِ شانِ کریمی، مطلعِ نورِ ھدا

نقشِ اوّل، نقشِ اکمل، انتخابِ کائنات
اطہر و اقدس بہ جوہر نور از نورِ خدا

گوہرِ مقصودِ ہستی، سرِّ[۲] حسن و عشقِ ذات
درکشائے کنزِ مخفی کاشفِ رازِ بقا

راحتِ جانِ دو عالم، رحمتِ ربِّ کریم
زندگانی کا سہارا دیدہ و دِل کی ضیا

اک تبسم تیرا پیغامِ نشاطِ دو جہاں
اک نگاہِ لطف تیری سو دواؤں کی دوا

مطلعِ انوار بھی تو قاسمِ انوار بھی
مخزنِ الطافِ یزداں بحرِ فیضِ دوسرا

دونوں عالم کی جبینیں تیرے در پہ سجدہ ریز
ہے جبیں سائی یہاں کی کیمیا در کیمیا[۳]

تو ہے وہ! جسکے غلاموں کے بھی در
سجدہ گاہِ قدسیاں ہیں روز و شب صبح و مسا

۱۔ یہ مضمون لفظاً بھی صحیح ہے۔ اور معنوی طور پر بھی۔ تشریح کے لئے دیکھئے مقامِ مصطفیٰ ۱۲

۲۔ اولیاء اللہ حامل سرِّ خدا ہیں اور حضورؐ پُر نور خود سرِّ خدا ہیں۔

۳۔ اولیاء اللہ کی چوکھٹ پر جبیں سائی کیمیا کا اثر رکھتی ہے لیکن جس چوکھٹ پر خود اولیاء اللہ اپنی پیشانیاں رگڑنا فخر سمجھتے ہوں وہاں کی جبیں سائی یقیناً کیمیا در کیمیا کا حکم رکھتی ہے۔

مال عاشق کا سراسر مِلک ہے معشوق کی — اِس لئے کہتا ہوں تجھ کو مالکِ ارض و سما
ہے فقط نذرِ عقیدت اپنے آقا کے حضورؐ — ترمذی ورنہ کجا! اور نعتِ پیغمبرؐ کجا!

(۲)

سیّد و سرور حبیبِ خالقِ ارض و سما — آفتابِ نورِ وحدت، نیّرِ صدق و صفا
منبعِ جُود و کرم، سرچشمۂ آبِ حیات — جانِ احسان و مروّت، پیکرِ حلم و حیا
رحمۃ للعالمین[۱] و صاحبِ "خلقِ عظیم" — دِل نواز و دستگیر و چارہ ساز و رہنما
عارفاں را شمعِ محفل، عاشقاں را نورِ جاں — مُقتدائے ہر دو عالم، مُدّعائے کبریا
تخت و تاجِ خسروی سے اُنکے دِل ہیں بے نیاز — ہیں شہنشاہوں سے برتر تیرے کوچے کے گدا
ذرّے کوچے کے ترے صد طور[۲] در آغوش ہیں! — رشکِ اعجازِ کلیمی تیرا فیضِ نقشِ پا
ہیچ ہے پارس بھی تیرے سنگِ در کے سامنے — جس نے آ رکھی جبیں وہ خود ہی پارس بن گیا
تیری صورت انتہائے خوبیٔ حسنِ بشر — تیری سیرت پرتوِ انوارِ اخلاق[۳] خدا
تُو ہے محبوبِ خدا، ساری خدائی ہے تری — ہے ترے زیرِ نگیں مُلکِ عطائے[۴] کبریا
لاشریک اور واحدِ مطلق ہے جیسے ذاتِ حق — خلق میں بے مثل و بے ہمتا ہے ذاتِ مصطفےٰ
اسے فروغِ دلبری! اے رُوحِ حسنِ کائنات — اپنی محبوبی کا صدقہ! اِک ذرا جلوہ دکھا
ہے ازل سے تیری رحمت پردہ پوشِ عاصیاں — ترمذی بھی منتظر ہے چشمِ رحمت کا شہا

(۳)

شان کیا لکھوں میں تیری یا محمد مصطفےٰ — صاحبِ لولاک تُو، قرآن ہے تیری ثنا

---

۱ اللہ تعالیٰ قرآن میں حضورؐ کو خطاب کر کے فرماتا ہے وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین اور دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے اِنّکَ لعلیٰ خُلُقٍ عظیم

۲ طور کا شرف یہ ہے کہ اُس پر ایک دفعہ اللہ تعالےٰ کے نورِ صفات کا ہلکا سا جلوہ پڑا۔ لیکن حضورؐ ظاہر و باطن مجسم نور تھے اور آپکے وجود باسعود کے ذریعے خاکِ یثرب پر اُس نور کا جلوہ بیشمار مرتبہ پڑا۔ جو طور کو صرف ایک مرتبہ نصیب ہوا۔ اس لئے حضورؐ کے کوچے کا ہر ذرہ طور سے کروڑ گنا زیادہ شان رکھتا ہے۔

۳ حضور سرورِ کائنات کی سیرت تخلّقوا باخلاق اللہ کا بہترین اور مکمل نمونہ تھی۔

۴ حضورؐ کی اس حدیث کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ معطی و انا القاسم۔

رازِ حسن و عشق سے جب تک کوئی محرم نہ ہو — شان کیا سمجھے وہ تیری اے حبیب[3] کبریا!
اصل میں اِک نور کے جوہر تھے دونوں حسن و عشق — آفرینش[1] کے لئے جلوے ہوئے اُن کے جدا
حسن تھا شانِ جمال اور عشق تھا شانِ جلال — روزِ اوّل جب ہوا نورِ ازل جلوہ نما
بعد اِس کے جو ہوا وہ تیری شانِ خاص ہے — بات یہ ہے راز کی کہتا ہوں لیکن برملا
عشق ظاہر[2] حسن مضمر بن گیا سرِّ احد! — حسن ظاہر عشق مضمر رازِ احمد مجتبےٰ!
اضطرابِ عشق سے برہم ہوئی بزمِ عدم — کھل گیا تیری بدولت کنزِ مخفی[3] مرحبا
نور تیرا پرتوِ نورِ صفات و نورِ ذات! — تجھ سے ہے تخلیق کے ہر سلسلے کی ابتدا
حسن تیرا بن گیا جب رنگ و بوئے کائنات — قلبِ ہر ذرہ ہوا آتش بجاں بہرِ لقا
حسن نے باغِ جہاں کو کر دیا آراستہ — عشق نے اہلِ نظر کو ذوقِ نظارہ دیا
گل کو رعنائی ملی اور شمع کو تابندگی — بلبلوں کو دردِ دل پروانوں کو شوقِ فنا
حسن کی تابانیاں ہیں عشق کا سامانِ زیست — عشق کی جولانیاں ہیں حسن کا رازِ بقا
بزمِ عالم ہے سراسر اِک طلسمِ حسن و عشق — ذرہ ذرہ عشق ساماں ذرہ ذرہ دلربا!
یہ طلسمِ دلبری یعنی جہانِ رنگ و بو! — دے رہا ہے اہلِ دل کو تیری عظمت کا پتا
کاروانِ زندگی کی منزلِ مقصود[4] تو — اور تو ہی آرزوئے خالقِ ارض و سما

---

۱ جس طرح کسی جسم کی قوت برقی اُس وقت تک برسرِ کار نہیں آتی جب تک کہ اُس کے دونوں حصے مثبت اور منفی الگ الگ عمل پیرا نہ ہوں اسی طرح نور بھی غیر فعال رہتا ہے جب تک جمال اور جلال علیحدہ علیحدہ حسن و عشق کی شکل میں جلوہ افگن نہ ہو۔ مزید تشریح کیلئے ملاحظہ ہو "مقام مصطفےٰ"

۲ حضورؐ کا نور اللہ کے نور سے مخلوق ہوا۔ اس شعر میں خالق نور اور مخلوق نور کی ہیئتِ کذائی کی طرف اشارہ ہے۔ خالق نور اور مخلوق نور کی کیفیت سمجھنے کیلئے نور کی کسی ایک کرن کے ایک سکیشن کا تصور کریں۔

مزید تشریح کے لئے دیکھئے "مقام مصطفےٰ"

۳ "كُنْتُ كَنْزاً مَخْفِيًّا أَحْبَبْتُ أَنْ أُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ"

یہ حدیث قدسی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ تخلیق کائنات کا محرک اوّل اللہ تعالےٰ کی اپنی ذات کا ظہور تھا دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْأَفْلَاكَ لہٰذا خدا کا اپنا ظہور یہی تھا کہ نور محمد مخلوق ہو جس سے تمام کائنات بنی ۔ ۴ جس طرح ایک درخت کی زندگی بیج سے شروع ہوتی ہے اور بیج ہی اُس زندگی کا مقصود ہوتا ہے۔ اسی طرح کائنات کی ابتدا نور محمدؐ سے ہوئی ہے اور نور محمدؐ ہی اُس کا مقصود و منتہا ہے۔

دہر میں ہر سُو ہے تیری جستجو کا اضطراب — جذب و مستی، سوز و ساز و ہائے و ہُو آہ و بکا
جس کو تیری لَو نہ ہو ہے زندگی اُس پر حرام — زندۂ جاوید ہے جو تیری اُلفت میں مٹا
اے کریمِ دل نواز! اتنا ہو مجھ پر بھی کرم — وقتِ آخر میرا سر ہو تیرے قدموں[1] پر دھرا
غیر کے در سے جبینِ ترمذی کو کیا غرض؟ — جب کہ ٹھیرا قبلۂ دل آستانِ مصطفےٰ

(۴)

اے کہ تاجِ سروری ہے مجھ کو تیری خاکِ پا — سرفرازانِ جہاں ہیں تیرے کوچے کے گدا
مشعلِ بزمِ دو عالم تیری ذاتِ پُر صفات — تجھ سے پھیلی ہے جہاں میں نورِ وحدت کی ضیا
حُسنِ محبوبی ترا ہے پرتوِ نورِ ازل! — تو مکاں و لامکاں میں مظہرِ شانِ خدا
رشکِ انجم بن گئے ہیں ذرّے تیری راہ کے — اللہ اللہ! فیضِ انوارِ جمالِ نقشِ پا!
بہرِ حُسنِ ذاتِ حق ہے آئینہ تیرا وجود — تو مثالِ آئینہ ہے حق نگر اور حق نما
دیکھ کر تجھ کو کہا "صَلِّ علیٰ" کیا حُسن ہے — یعنی شیدا[2] حُسن پر خود حُسن کا خالق ہوا
انتہائے حُسنِ فطرت تھا تقاضا عشق کا — حُسن تیرا اس لئے ہر حسن کی ہے انتہا
ظاہر و باطن منزّہ، صورت و سیرت منیر — حبّذا! بدرُ الدُّجےٰ، شمسُ الضُّحےٰ! صدرُ العُلیٰ
ہر زماں ہر لحظہ تیرے حُسن کی تکریم میں — قُدسیوں[3] کا وِرد ہے صَلِّ علیٰ اَصلِّ علیٰ
اے شہنشاہِ دو عالم! تجھ پہ ہوں لاکھوں سلام — دل کو تیری جستجو ہے دل کے کاشانے میں آ

---

۱ جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے تنزیہی جسدِ مبارک کے ساتھ جہاں چاہیں تشریف لے جا سکتے ہیں اور معتبر روایات سے ثابت ہے کہ حضورؐ نے اپنے بہت سے مخلص نیاز مندوں کو اُن کی رحلت کے وقت اپنی تشریف آوری سے نوازا ہے۔ کتنے خوش بخت ہیں وہ غلام جو حضورؐ کے اس لطفِ خاص سے بہرہ ور ہوئے ہیں!

سے چہ ناز رفتہ بود سے زجہاں نیاز مندے — کہ بوقتِ جاں سپردن بسرش رسیدہ باشی

۲ ہر عاشق اپنے معشوق کو ظاہری اور باطنی خوبیوں کے اعتبار سے بہترین شکل میں دیکھنا چاہتا ہے۔ اگر کسی عاشق کو یہ اختیار مل جائے کہ وہ اپنے محبوب کی صورت و سیرت بھی خود ہی وضع کرلے تو ظاہر ہے کہ وہ اپنے معشوق کو حسین ترین بنانے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھے گا۔ اللہ تعالےٰ عاشقِ حُسن بھی ہے اور خالقِ حُسن بھی۔ اُس نے اپنے محبوب کی صورت و سیرت میں ہر قسم کا حُسن کا وہ کمال پیدا کر دیا جو اُس کی اپنی محبت اور قدرتِ کاملہ کا تقاضا تھا۔

۳ اللہ اور اس کے فرشتے ہر وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہ درود و سلام بھیجتے رہتے ہیں اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ

ہے قرارِ زندگی موقوف تیری دید پر
آ ذرا جانِ جہاں! بہرِ خدا صورت دکھا
ہے ترے بندوں کا بندہ ترمذی محوِ نیاز
ازرہِ بندہ نوازی اِک نظر! شاہنشہا!

(۵)

یا محمد مصطفےٰ! مطلوبِ محبوبِ خدا
باعثِ تکوینِ عالم، مبدأ نورِ ھدیٰ
تو شبِ معراج پہنچا کس جگہ کس کو خبر!
کون تھا موجود واں اللہ واحمد کے سوا
کیا ضرورت کوئی ڈھونڈے قرب کی تیرے دلیل
طالب و مطلوب میں کب پردہ داری ہے روا
تھی گراں عاشق کے دل پر دوریٔ قوسین بھی[1]
رمزِ اوادنےٰ سے خود ہی رازِ افشا کر دیا
ہو چکی تکمیل جس دم تیرے حسن و عشق کی
قدسیوں کے دل میں بھی پیدا ہوا شوق لقا
پھر بلا کر تجھ کو اپنے خاص قربِ ذات میں
کر دیا حق نے عیاں اوجِ بشر کا منتہا
لن ترانی تھا جوابِ شوقِ دیدارِ کلیم
تھا مگر تیرے لقا کا منتظر خود کبریا
ایک جلوہ تھا صفاتی اور وہ بھی طُور پر
حضرتِ موسیٰ کو پھر بھی غش پہ غش آتا رہا
شان تیری تھی کہ گو تھا سامنا خود ذات کا
ہوش قائم، دِل شگفتہ لب تبسم آشنا
کس طرح تصویر کھینچوں میں تری معراج کی
کس طرح لکھوں کہ کیا صورت تھی اور نقشہ تھا کیا
رو برو ہوئے حسن و عشقت بود عشق و حسنِ ذات[2]
حسن شد محو تبسم عشق شد محو لقا
یا رسول اللہ! اس شانِ تقرب کے طفیل
ترمذیٔ خستہ جاں پر بھی کرم کیجئے ذرا

(۶)

بے گماں ہے نور تیرا نورِ ذاتِ کبریا
تجھ کو خود قرآن نے نُورٌ مِنَ اللہ ہے کہا[3]
اوّل و آخر بھی تو اور ظاہر و باطن بھی تو
نور تیرا زندگی کی ابتدا اور انتہا!

۱؎ فکانَ قابَ قوسینِ اَوادنےٰ۔ اس آیت میں ایک خاص راز ہے جب تک کمان کے دونوں سرے مل نہ جائیں اَوادنےٰ کا مضمون ختم نہیں ہوتا۔ قرآن کا یہ بلیغ اشارہ حضورؐ کے قربِ مکانی کی انتہا کو ظاہر کرتا ہے "مقام مصطفےٰ" میں حضور کے قربِ مکانی، قربِ ربانی، قربِ ذاتی اور قربِ صفاتی کی مکمل تشریح درج ہے

۲؎ پیکرِ بشری میں حسن و عشق کی تکمیل کے بعد یہ قربِ حق کا وہی مقام ہے جو عالمِ امر میں نورِ محمدؐ کی تخلیق کا مقام تھا یہ شعر اور بند سوم کا چھٹا شعر ایک ہی مقام کا نقشہ پیش کرتے ہیں۔ لیکن دو مختلف رنگوں میں ایک عالمِ امر کا رنگ ہے اور دوسرا عالمِ شہود کا۔ یہی مقام مقامِ محمود ہے (تشریح کے لئے دیکھئے "مقام مصطفےٰ") ۳؎ قَدۡ جَآءَکُمۡ مِّنَ اللّٰہِ نُوۡرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِیۡنٌ ط

ہو بیاں مجھ سے کہاں تیرا مقامِ قربِ حق
وہ خدائے حسن ہے! تو پیکرِ حُسنِ خدا

جب خدا کے حسنِ صنعت کی نہایت ہی نہیں
کس طرح ہو حسنِ محبوبِ خدا کی انتہا

تو ہے برہانِ کمالِ قدرتِ ربِّ جلیل
تیری صورت میں ہے خود نورِ ازل جلوہ نما

فرق اتنا ہے کہ وہ خالق ہے تو مخلوق ہے
ورنہ تو ہے ہو بہو تصویر[1] تنویرِ خدا

ہے ترا[2] ارشاد "اخلاقِ خدا پیدا کرو"
حق نے اُن اخلاق کا تجھ[3] کو نمونہ کہہ دیا

طالب مطلوب کا یہ باہمی راز و نیاز
خود بخود ہے رازِ موجودات کا چہرہ کشا

ذات تیری گر نہ ہوتی ہر صفت سے متصف
خلق میں تجھ کو نمونہ کس طرح کہتا خدا

جبکہ تو ہے سر بسر آئینۂ ذات و صفات
تجھ کو کیا سمجھے کوئی؟ جانِ جہاں تو ہی بتا

تو مرا آقائے نعمت میں ترا ادنےٰ غلام
مجھ سگِ در کو نہ کرنا اپنے قدموں سے جدا

کیوں نہ ہو معمور سجدوں سے جبینِ ترمذی
مصطفےٰ کی دید[4] ہے دیدِ خدائے مصطفےٰ

(۷)

اے رسولِ ہاشمی سرتاجِ خیلِ انبیا
ہے تری مرہونِ منت ہستیِ ارض و سما

تو وہ رحمت ہے دو عالم میں نہیں جس کی نظیر
تیرے دشمن بھی رہے ممنونِ احسان و عطا

تنگ آکر ظلمِ اعدا سے کسی ساتھی نے گر
التجائے بد دعا کی بھی تو یوں فرما دیا

"رحمتِ[5] عالم بنا کر حق نے بھیجا ہے مجھے
رحمتِ عالم کے لب پہ کیسے آئے بد دعا"

پھر اُٹھا کر ہاتھ فرمایا کہ اے ربِّ کریم
بے خبر ہے قوم میری اس کو راہِ حق دکھا"

---

۱ تشریح کے لئے دیکھئے "مقام مصطفےٰ" ۲ تَخَلَّقُوا بِاَخلَاقِ اللہ (حدیث) اپنے آپ کو اللہ کی صفات سے آراستہ کرو، ۳ لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِی رَسُولِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ (قرآن) ۴ مَنْ رَاٰنِی فَقَدْ رَاَ الْحَقَّ (حدیث) ۵ جنگ اُحد میں جب مسلمانوں کو اپنی غلطی سے کفار کے حملے کا زور بڑھ گیا اور حضورؐ خود بھی شدید زخمی ہو گئے۔ تو ایک صحابی نے عرض کیا کہ حضورؐ اب تو ان کافروں کے حق میں بد دعا فرمائیے' جواب میں ارشاد ہوا بُعِثْتُ رَحْمَتًا وَلَمْ اُبْعَثْ لَعْنًا یعنی میں رحمت بن کر آیا ہوں نہ کہ بد دعا کرنے والا" اُدھر کفار مکہ تیر پر تیر برسا رہے تھے اور ادھر رحمۃ للعٰلمین اُن کے حق میں دعا فرما رہے تھے کہ اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِی اِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ، اے اللہ! میری قوم کے لوگ بے خبر ہیں، یہ مجھے نہیں پہچانتے (تو اپنے کرم سے) ان کو راہِ ہدایت دکھا دے،

یا محمد مصطفیٰ! آدم سے لے کر آج تک
حق سے جس کو کچھ ملا تیری بدولت ہی ملا

بن گئی گلزار تیرے نور سے نارِ خلیل
تھا سہارا نوح کو طوفاں میں تیرے نام کا

تو سراپا رحمت و الطاف و احسان و کرم
میں سراسر غرقۂ طغیانِ عصیان و خطا

ناخدا ناپید ساحل دور طوفان حشر خیز
تیرہ شب کشتی شکستہ چار سو موجِ بلا

المدد! اے سیدِ عالی نسب والا مقام
المدد! اے دستگیرِ عاجزانِ بے نوا

اِک نظر رحمت کی ہو جائے تو بیڑا پار ہے
اِک نظر! بس اِک نظر! بہرِ کرم! بہرِ خدا

زاہدوں کو ناز ہے اپنے متاعِ زُہد پر
ترمذی کو ہے فقط تیرے کرم کا آسرا

(۸)

اے کہ ہے تجھ سے منوّر محفلِ ارض و سما
تیرا دَر ہے سجدہ گاہِ اولیاء و انبیاءؑ

صورت و سیرت میں اکمل احسن التقویم تو
خوب کھینچا ہے کسی نے نقشہ[1] اپنے حسن کا

نور سے تخلیق تیری، نور کا سایہ کہاں
پھر عجب کیا! قامتِ اقدس کا سایہ گر نہ تھا

نور کا سایہ اگر تھا تو وہ خود اِک نور تھا
اور یہی وہ نور تھا جو سایۂ رحمت بنا

پرتوِ نورِ خدا ہے جامعِ اوصاف تو
خوش خصال و خوش مقال و خوش لقا و خوش ادا

ہے ترا قول و عمل اِک مستقل درسِ حیات
اسوۂ روشن ترا، ہر رہنما کا رہنما

کس قدر محکم یقیں لازم ہے مومن کیلئے
خود سبق آموز غارِ ثور کا ہے ماجرا

سر پہ دشمن، منقطع اسباب اور یہ حوصلہ
کہہ دیا ہمدم نہ گھبرا ساتھ ہے اپنے خدا[2]

اے کفیلِ بیکساں! اے چارۂ بیچارگان
بیکس و بیچارہ ہوں سن لے خدارا التجا

زندگی جس کی سراپا درد ہو تیرے بغیر
قصۂ جانِ حزیں کس سے کہے تیرے سوا

تو غریبوں کا ہے والی عاجزوں کا دستگیر
درد مندوں کا سہارا، ڈوبتوں کا ناخدا

جان و دِل تجھ پر تصدق ہو اِدھر بھی اِک نگاہ
ترمذی بیچارہ بھی ہے درد و غم میں مبتلا

---

۱ اِن اللہ خلق الاِنسان علیٰ صورتہٖ ۲ لاتحزن اِن اللہ معنا، یہ وہ تسلی ہے جو قرآنی زبان میں رسول کریم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو غارِ ثور میں دی تھی۔

(۹)

اے امامِ مرسلیں اے پیشوائے انبیاء
صدرِ بزمِ کائنات و دلربائے کبریا

ہے جہاں میں بے گماں تیرا وجودِ باسعود
مصدرِ انوارِ رحمت، معدنِ جود و سخا!

مرجعِ امید تو ہے سارے عالم کیلئے
کس نے دیکھا ہے تہی دامن کوئی سائل ترا

اب مرا دامن بھی پُر ہو گوہرِ مقصود سے!
مَیں بھی ہوں اے جانِ عالم تیرے کوچے کا گدا

تیرگی میں ہر قدم پر ٹھوکریں کھاتا ہوں مَیں
میری راہِ زندگی اب تک ہے محرومِ ضیا

چشمِ بینا، قلبِ روشن، روحِ بیدار و عفیف
مجھ کو بھی یہ نعمتیں للّٰہ ہو جائیں عطا

بہرِ حضرت فاطمہؓ بہرِ حسنؓ بہرِ حسینؑ
اور برائے مرتضیٰ مولا علیؓ شیرِ خدا

از طفیلِ حضرتِ صدیقؓ و فاروقؓ و غنیؓ!
جاں نثارانِ رسالتؐ، مخلصانِ باوفا

از برائے غوثِ اعظمؓ سیدِ ابرار دیںؒ
ازپئے خواجہ معین الدینؒ فخرِ اولیا

ازپئے محبوبؒ و صابرؒ ازپئے گنج شکرؒ
عارفانِ باکمال و عاشقانِ باصفا

شربتِ دیدار دے اپنے مریضِ عشق کو
کچھ نہیں اس کے سوا دردِ محبت کی دوا

تجھ سے پوشیدہ نہیں حالِ زبونِ تمنّی
اے شہِ خوباں! الترحم ازپئے آلِ عباؑ

(۱۰)

مرحبا صلِّ علیٰ! بدرالدجیٰ شمس الضحیٰ
ہے بشر کی شکل میں شانِ خدا جلوہ نما

میم کا پردہ ہٹا کر کہہ رہی ہے چشمِ شوق
دیکھ لو نورِ ازل زیرِ قبائے مصطفیٰ

آدمؑ و نوحؑ و خلیلؑ و ہودؑ و موسیٰؑ و مسیحؑ
سب کی آمد تھی نشانِ آمدِ خیرالوریٰ

اے کہ تیری ذات ہے ملجا و ماوائے جہاں
میرے حالِ زار پر بھی اک نظر! بہرِ خدا

میری جانِ ناتواں ہے سو بلاؤں میں اسیر
مشکلیں آسان کر دے ازپئے مشکل کُشا!

صدقہ اُس خواجہؒ کا جس کو خواجہ اللہ بخشؒ نے
ایک ہی چشمِ عنایت سے حبیب اللہ کیا

ازبرائے پیر و مرشد سیّد شوکت حسینؒ
جو ہیں مقبولِ نگاہِ افتخارِ اولیاء

؎ دیکھیے صفحہ ۲۶

واسطہ اُن کا کہا جن کو شہِ اجمیرؒ نے گنج بخش فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا
زندگی سانچے میں ڈھل جائے مری کچھ اس طرح مُدعائے دین و دُنیا ہو فقط تیری رضا
دِل کو تیری آرزو آنکھوں کو تیری جُستجو آمری آنکھوں میں آ اور دِل کی بستی کو بسا
بحرِ غم میں تو سہارا ہے دِل رنجور کا اور تو ہی کشتیٔ جانِ حزیں کا ناخدا
تشنگیٔ دید سے پھر جاں بلب ہے ترمذی مالکِ کوثر! کرم! بہرِ شہیدِ کربلا

(۱۱)

اے کہ تیرے نام سے مقبول ہوتی ہے دُعا اے کہ تیرے ذکر سے رحمت کے در ہوتے ہیں وا
اے کہ تیری بارگہ ہے مرجعِ شاہ و گدا اے کہ ہے کونین کو تیرے کرم کا آسرا
اے کہ تیری یاد ہے وجہِ قرارِ جان و دِل اے کہ تیری دید ہے فکرِ دو عالم کی دوا
تجھ کو بخشا ہے خدا نے اختیارِ کائنات میری بگڑی بھی بنا دے ازرہِ لطف و عطا
میری قسمت میں لکھے ہیں بندہ پرور کب تلک نالہ ہائے بے اثر آہ و فغانِ نارسا
فرش رہ ہیں دیدہ و دِل انتظارِ دید میں رحم کر اپنے غلامِ زار پر بہرِ خدا
اِک نظر کی آرزو میں ہے جہانِ آرزو اِک نظر! بہرِ کرم! اُمّی اَبِی رُوحی فِدا
اے شفیعَ المذنبینؐ! اے رحمۃٌ للعٰلمین مَیں خطا کی اِنتہا ہوں تو عطا کی اِنتہا
شامتِ اعمال سے گو ہو چکا ہوں رُوسیاہ دیکھ تو اپنے کرم کو میرے عیبوں پر نہ جا

صفحہ ۲۵ سے آگے۔ خواجہ سے مراد ہے خواجہ حبیب اللہ صاحب جو میرے دادا پیشوا ہیں وہ اپنی جوانی کے عالم میں اپنے پیر و مرشد حضرت سلطان العارفین خواجہ اللہ بخش صاحب تونسویؒ کی خدمت میں حاضر تھے ایک دن کا واقعہ ہے کہ وہ اپنی مفوضہ خدمت سے فارغ ہو کر حسبِ عادت اپنے پیر و مرشد کی نشست گاہ میں پشت کی طرف سے آئے اور فاصلہ ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے دور کھڑے ہو گئے۔ اتنے میں سامنے کے دروازہ سے نواب بہاولپور جو حضورؒ کے مریدوں میں داخل تھے سلام کے لئے حاضر ہوئے اور دور سے جھک کر کورنش بجا لائے حضورؒ نے سلام کے جواب میں اشارہ سے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ نواب صاحب کو آگے بڑھنے کی جرأت نہ ہوئی اور اشارہ پاتے ہی وہیں دروازہ کے قریب بیٹھ گئے فقر کی اس شانِ استغنا کو دیکھ کر خواجہ صاحب پر رقت طاری ہو گئی اور خیال کیا کہ جس دربار میں رئیسوں اور نوابوں کا یہ حال ہے وہاں مجھ غریب کو کون پوچھے گا! حضورؒ نے اُسی وقت لوٹ کر پنجابی زبان میں فرمایا "آگیاں جوان!" بس اسی ایک ترچھی نگاہ سے اُن کے قلب کے تمام حجاب دور کر دیئے۔ اور آن واحد میں ثریا سے لے کر تحت الثریٰ تک کائنات کی کوئی چیز اُن کی آنکھ سے اوجھل نہ رہی پھر اُسی وقت حضورؒ نے اُنہیں اپنے قریب بُلا کر دولت فقر سے مالا مال کر دیا اور ایک غیبی حکم کی بناء پر اُن کا نام حبیب اللہ تجویز فرمایا۔ اس شعر میں اُسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

ذاتِ تیری ہے ہمیشہ سے خطاپوش و کریم — اپنی رحمت میں چھپا لے میرے جرموں کو شہا
ہے ترے لطف و کرم پر انحصارِ آرزو — ورنہ جز اشکِ ندامت میرے دامن میں ہے کیا
ھدیۂ چشمِ کرم ہے قلب و جانِ ترمذی — گر قبول افتد زہے عزّ و شرف شاہنشہا

(۱۲)

اے شہِ عالم پناہ و افتخارِ انبیاء — سرورِ کون و مکان و مصطفےٰ و مجتبےٰ
نورِ مہر و ماہ تیرے روئے انور کی جھلک! — لالہ و گل میں درخشاں تیرا حسنِ دلربا!
سجدہ گاہِ جان و دل ہے تیرا سنگِ آستاں — سرمۂ چشمِ بصیرت مجھ کو تیری خاکِ پا!
از برائے اضطرابِ جانِ مشتاقانِ خویش — از طفیلِ سوزِ قلبِ عاشقانِ باصفا
میری روحِ مضطرب کو دے وہ ذوقِ سرمدی — جس سے ہر تارِ رگِ جاں خود ہو اک سازِ بقا
واسطہ ہے اُن جبینوں کا درِ اقدس پہ جو — سجدہ ہائے شوق سے معمور ہیں صبح و مسا!
واسطہ ہے اُن درودوں اور سلاموں کا شہا — بھیجتا ہے تجھ پہ جو خود مالکِ ارض و سما
ہو عنایت مجھ کو بھی وہ سرمۂ خاکِ قدم — جس سے آتی ہے نگاہوں میں بصیرت کی جلا!
یا تو ہٹ جائیں نگاہوں سے مری سارے حجاب — یا کرم سے سامنے تو بے نقاب آئے ذرا
آنکھ ہو رُخ پر ترے اور رُخ ترا ہو آنکھ میں! — کھینچ لے دل یوں تری تصویر اے بدر الدجےٰ
وقتِ آخر تیری صورت ہو نظر کے سامنے — یاد ہو دل میں تری اور نام ہو لب پر ترا
ترمذی تیرے غلاموں کے غلاموں کا غلام — تیری نظروں میں رہے اے شافعِ روزِ جزا

بقیہ صفحہ (۳۲) مجالس الشیخین یعنے دل کا چین،

ہلکے سے اختیار کا مزہ اسی لئے آدمی کو چکھایا جاتا ہے تاکہ اختیارِ مطلق کی طلب اس میں پیدا ہو جس کے حاصل کرنے کی صورت یہی ہے کہ اپنی "انیت" کھو بیٹھے، پھر فرمایا کہ، لذائذ مشروبات و ماکولات کی لذت "ترک لذت سے حاصل ہوئی ہے" اگر کسی کے لئے یہ چیزیں بے لذت ہو گئیں تو اسی لئے ہو گئیں کہ لقلقی بن کر اس نے اتنا مزہ اڑایا کہ ترک کا موقع نہ مل سکا۔ اسی طرح اختیار کی لذت سے آشنا ہو جانے کے بعد اگر کوئی ترکِ اختیار کچھ دن کرے تو اب اختیارِ مطلق کی لذت اس کو حاصل ہوگی، بجائے اس کے جو اس مجازی اختیار کو کثرت سے استعمال کرنا شروع کرے گا۔ تو اختیار کی لذت سے محروم ہو جائے گا۔ (دفتر چہارم)